سیرتِ حضرت حمزہؓ کا تاریخی و تحلیلی جائزہ

Historical and Analytical Review of the Biography of Hazrat Hamza (R.A)

Open Access Journal
Qtly. Noor-e-Marfat
eISSN: 2710-3463
pISSN: 2221-1659
www.nooremarfat.com
Note: All Copy Rights are Preserved.

Dr. Muhammad Riaz
Assistant Professor, Islamic Studies,University of Baltistan Skardu, Gilgit Baltistan.
E-mail: muhammad.riaz@uobs.edu.pk

Abstract: Among Prophet (PBUH) companions, Hazrat Hamza (RA) is prominent in two aspects. He is dear to the the holy propht. And possess almost perfect personal attributes. So, it is important in Islamic history to analyze his biography and historical character. In fact, the closeness to the holy Prophet (PBUH) gave him relative pride, and his personal qualities made him "*Asd-u-Rsul-Allah*" (The Lion of Holy Prophet" (PBUH).

The identification of Hazrat Hamza with his personal name, instead attributing any particular adjective or title to him, shows that he sacrificed his life for Islam and the prophet of Islam and later became known as Sayyid al-Shuhada. This article will clarify the personality of Hazrat Hamza in three aspects:

1. The pre-Islamic social status of the Hazrat Hamza (RA) and his daily activities.
2. The detailed narrative of the conversion to Islam and its analysis which in some cases needs deeper scrutiny. Although historians agree on the reasons for accepting Islam, the details of the incident seem different.
3. The situation in the early days of Islam and the spiritual and militant character of Hazrat Hamza (AS). This aspect will reveal the early situation of Islam, especially before the migration and after the migration to the battle of Uhud.

Keywords: Hazrat Hamza, Biography, History, Analysis.

خلاصہ

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی سیرت اور تاریخی کردار کا تجزیاتی و تحلیلی جائزہ لینے سے قبل اِس بات کا ادراک رکھنا ضروری ہے کہ آیا کسی بھی شخصیت کے لئے بُلند مقام و مرتبہ اِس لئے متعین ہو کہ وہ شخصیت رسولِ گرامی قدرؐ کی

عزیز ہے، یا اُس شخصیت کی فی نفسہِ ذاتی کمالات و اوصاف بھی ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ تاریخِ اسلام میں "اسد رسول اللہ" کے لقب سے ملقب حضرت حمزہ دونوں جہتوں سے نمایاں نظر آتا ہے۔ رسول اللہؐ سے قُربت حمزہ کو نسبی تفاخُر دے گئی اور ذاتی اوصاف نے اُنہیں اللہ کا شیر بنا دیا۔ مقالہ ہذا کے عنوان میں نامِ حمزہؓ کو کسی خاص صفت یا لقب سے متصف کرنے کے بجائے صرف شخصی نام سے شناخت دی گئی ہے اور قرار دیا گیا ہے کہ حضرت حمزہؓ خصوصی صفات و کمالات کے مستحق اِس لئے ہوئے کہ اُنہوں نے رسولِ اسلامؐ اور دینِ اسلام پر اپنی جان نچھاور کر دی اور بعدازاں سیدُالشہداء کے لقب سے معنون ہوئے۔

یہ مقالہ جناب حمزہؓ کی سوانحی حیات کو نئے تحقیقی پہلو کے تحت ترتیب دیا جارہا ہے۔ یہ مضمون حضرت حمزہ کی شخصیت کو تین پہلوؤں سے واضح کرتا ہے:

1. حضرت حمزہؓ کی اسلام سے پہلے کی سماجی حیثیت اور ان کی روزمرہ کی سرگرمیاں۔
2. اسلام قبول کرنے کی تفصیلی بیانیہ اور اس کا تجزیہ، بعض صورتوں میں اس پہلو پر گہری جانچ پڑتال کی ضرورت ہے۔ اگرچہ مؤرخین اسلام قبول کرنے کی وجوہات پر متفق ہیں، لیکن اس واقعے کی تفصیلات مختلف معلوم ہوتی ہیں۔
3. اسلام کے ابتدائی دور کی صورت حال اور حضرت حمزہؓ کا روحانی اور عسکری کردار، یہ پہلو اسلام کی ابتدائی صورت حال کو ظاہر کرے گا۔ خصوصاً ہجرت سے پہلے اور جنگ احد میں ہجرت کے بعد۔

کلیدی الفاظ: حضرت حمزہؓ، سیرت، تاریخ، تحلیل و تجزیہ۔

طریقۂ تحقیق

عمومی طور پر ہمارا یہ تجزیہ بنیادی منابع کا محتاج ہوگا، البتہ اُردو زبان پر مشتمل بعض کتبِ تاریخ و سیرت بھی زیرِ استفادہ رہیں گی۔ خاص طور پر سیرت سے متعلق ترتیب دیے گئے نسخے ہماری بحث کے ثانوی منبع ہوں گے۔ یہ مقالہ اپنی جامعیت اور طریقۂ تحقیق کے اعتبار سے معیاری (Quantitative) ہوگا۔ بیانیہ طریقۂ تحقیق سے مدد لیتے ہوئے ہم تجزیہ بھی کریں گے اور تحلیل کو بھی ہاتھ سے نہیں جانے دیں گے۔ عموماً کسی شخصیت خاص طور پر مذہب سے متعلق موضوعات پر مقداری طریقۂ تحقیق کا اطلاق آسان عمل ہوتا ہے۔ مقداری (Qualitative) طریقۂ تحقیق سے صَرفِ نظر کرنا اس لئے ضروری ہے کہ وہ شخصیات ماضی بعید کی جہاندیدہ اور نمایاں افراد میں شمار ہو سکتی ہیں۔ موجودہ زمانہ میں ایسے افراد کی شخصی زندگی اور عملی کارناموں کو ہم انٹرویوز اور جدول سازی کے ذریعے نہیں پرکھ سکتے۔ ہمارے پاس معیارِ تحقیق صرف اور صرف تجزیہ و تحلیل اور بیانیہ طرزِ عمل ہی ہو سکتا

ہے۔ لہٰذا مقالہ ہٰذا کی تکمیل اور حضرت حمزہ(رض) کی سیرت کو نئے پیرائے میں بیان کرنے کا درست طریقہ تجزیہ و تحلیل اور بعض پہلوؤں کو کھنگالنا ہے۔

بنیادی سوالاتِ تحقیق

(1) حضرت حمزہ(رض) کی سماجی زندگی کا تعین کہ آپ شکار کے حد درجہ شوقین ہونے کے ساتھ سماجیانہ عمل میں نمایاں حصہ لیتے تھے؟

(2) حضرت حمزہ(رض) کی سپاہیانہ زندگی کہ قبل از اسلام بھی آپ کی بہادری کے قصے عام تھے یا اسلام کی قبولیت کے بعد حضرت حمزہ (رض) کی شخصیت میں جری اور بہادرانہ اوصاف عود کر آئیں؟

(3) حضرت حمزہ(رض) کی سیرت اور شخصیت سے متعلق مشہور و معروف کتب میں سرسری تذکرہ کہ اُن حضرات نے آپ کی سیرت پر طویل طویل پیراگراف لکھنے کی زحمت کیوں نہ کی؟

مقدمہ

حضرت حمزہ(رض) کی شخصیت تاریخ اسلام کے اُن گنے چُنے افراد میں شمار ہوتی ہے جو اپنی جری صفت کی بناء پر مشہور و معروف ہے تاہم تصویر کا دوسرا رُخ بھی نمایاں ہے کہ آپ کی زندگی کے بہت ہی کم گوشے صفحۂ قرطاس میں نظر آتے ہیں۔ تاریخ، سیرت، حدیث اور تفاسیر وغیرہ لکھنے والوں نے حضرت حمزہ(رض) کو صرف دو ہی پہلو سے یاد رکھا:

اول: آپ شکاری تھے، شکار کی غرض سے صحراؤں اور بیابانوں کی خاک چھننا آپ کا مشغلہ تھا۔ بعض منابع میں جنگلوں کا بھی ذکر ہے، عرب کی تپتی ریت اور مکۃ المکرمہ کے اِر گرد کون سا جنگل موجود تھا، اِس بارے میں کسی دقیق گفتگو کے تانے بانے نہیں ملتے۔

دوم: حضرت حمزہ(رض) بہادر، نڈر اور جری قسم کے اِنسان تھے۔ تاریخِ اسلام کا عمومی لب و لہجہ آپ کی بہادری کے قصے سُناتا ہے۔ خاص طور پر آپ کے اسلام قبول کرنے کے پسِ پردہ محرک بھی یہی بہادری ہے۔

اِن دو پہلوؤں کے علاوہ حضرت حمزہ(رض) کی سماجی زندگی مبہم اور تفصیلات سے عاری نظر آتی ہے۔ خصوصیت کے ساتھ زمانۂ جاہلیت کے حمزہ(رض) کو اگر ہم ایک مکمل شخصیت کے طور پر اور تفصیلی حالات کے ساتھ دیکھنا چاہیں تو ہمیں مشکلات در پیش ہوں گی۔ ہمیں مکمل حالات سے آگاہی کے لئے ڈھیر سارے منابع کی طرف رُجوع کرنا ہوگا، شاید کہ خوشہ چینی کرتے کرتے ہمیں تھوڑی بہت جانکاری اور کسی قدر واقعات سے آشنائی مل جائے۔ البتہ ہم حضرت حمزہ(رض) کو قبل از اسلام شہرت کے اُس مقام پر بیٹھا دیں جہاں وہ سماج کے تمام اُمور میں متحرک نظر آتے ہوں اور باہمی تضادات کے حل میں فعال کردار ادا کرتے ہوں، ایسا قطعاً ممکن نہیں ہے۔ یہ پہلو تشنہ لب ہے۔ عرب کے عمومی ماحول میں تعلیم و تعلُّم کا رُجحان کم تھا۔ شخصی زندگی اور علمی مواد کو محفوظ رکھنے کے

لئے اُن کے پاس پختہ ذرائع نہ ہونے کے برابر تھے۔ایسی صورتِ حال میں حضرت حمزہ (رض) کی شخصیت کو کامل تلاش کرنا بعید ہے۔ لیکن اس کے باوجود ہم حضرت حمزہ (رض) کی سیرت کو تین اہم پہلوؤں سے بیان کریں گے، ہماری یہ بحث بنیادی منابع سے مُستعار ہوگی۔

اول: قبل از اسلام آپ کا سماجی رُتبہ اور روز مرہ کے مشاغل، یہ حصہ تفصیلی بحث کا متقاضی ہے اور بعض واقعات پر تنقیدی نگاہ ڈالنے کی ضرورت ہے۔اِس لئے کہ کہانی نویسوں کی ایک قلیل تعداد نے حضرت حمزہ (رض) کو افسانوی حیثیت دے رکھی ہے۔ "داستانِ امیر حمزہ (رض)" کے عنوان سے ترتیب شُدہ کہانی ہمارے موقف کی تائید کے لئے کافی ہے۔ حضرت حمزہ (رض) کو افسانوی کردار سے زیادہ ایک فعال شخصیت کے طور پر بیان کرنا ہی اِس بحث کا مقصد ہے۔ ٹھوس دلائل اور دستیاب شُدہ مواد کی بنیاد پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ حضرت حمزہ (رض) معمولی شخصیت سے بڑھ کر اور حقیقی معنوں میں سماجی کردار ادا کرنے والے انسان تھے۔ پیغمبرِ اسلامؐ کی نصرت اور حمایت سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ قریشِ مکہ میں نمایاں مقام رکھتے تھے،آپ کو مقامِ پیغمبری ﷺ کا بھرپور ادراک تھا، جہاں آپ اِلٰہی اقدامات سے باخبر تھے وہی نسبی عزت وافتخار کو پیشِ نگاہ رکھے ہوئے تھے۔

دوم: قبولِ اسلام کی تفصیلی داستان اور اُس کا تجزیہ و تحلیل، یہ پہلو بعض موارد میں گہری پرکھ کا محتاج ہے۔ مورّخین کے نزدیک قبولِ اسلام کی توجیہہ مشترک ہونے کے باوجود واقعہ کی جُزئیات مختلف نظر آتی ہیں۔

سوم: اسلام کے ابتدائی ایام کے حالات اور حضرت حمزہ (رض) کا معنوی اور مجاہدانہ کردار، یہ پہلو اسلام کی ابتدائی صورت حال کو آشکار کردے گا۔ خاص طور پر قبل از ہجرت اور بعد از ہجرت جنگِ اُحد تک کے حالات و واقعات بیان کرنے کا موجب بنے گا۔

جناب حمزہ (رض) کی پیدائش

حضرت حمزہ (رض) کی تاریخِ پیدائش سے متعلق ابہام ہے،اِختلافِ نظر کی موجودگی میں کسی ایک تاریخِ پیدائش کو حتمی قرار دینا ممکن نہیں۔ بعض اہلِ علم کے نزدیک حضرت حمزہ (رض) عامُ الفیل سے دو سال قبل پیدا ہوئے۔[1] اِن حضرات نے یہ تاریخ اُس نقطہ نظر کو سامنے رکھ کر متعین کی ہے جس میں آنحضرتؐ اور حضرت حمزہ (رض) کے درمیان دو سال کا فرق قرار دیا گیا ہے۔ بعض دیگر اہلِ علم نے عامُ الفیل سے چار سال قبل کی تاریخ بتائی ہے۔[2] بعض مورخین اور سیرت نگاروں کے نزدیک آپ پیغمبر اسلامؐ سے تین سال بڑے تھے۔[3] موخّر الذکر قول محلِ نظر ہے۔ اِس لئے کہ اکثرین مورخین، محدثین اور سیرت نگاروں نے پیغمبر اسلامؐ اور حضرت حمزہ (رض) کے درمیان دو یا چار سال کا فرق لکھا ہے، تین سال کا فرق شاذ و نادر ہے۔ تاریخِ پیدائش کے حوالے سے تین الگ الگ نقطۂ نظر کی موجودگی میں یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ عامُ الفیل کا وہ کون سا سال تھا جب حضرت حمزہ (رض) متولد ہوئے۔

مورّخین و محدثین کے پاس سالِ پیدائش کے حوالے سے کوئی حتمی تاریخ موجود نہیں۔ اُنہوں نے اُس قول کو سنِ پیدائش کا منبع قرار دیا ہے جس میں لکھا گیا ہے کہ حضورؐ حضرت حمزہ (رض) کے درمیان دو یا چار سال کا فرق تھا۔[4] یعنی حضرت حمزہ (رض) آپؐ سے عمر میں دو سال یا چار بڑے ہیں۔ اگر دو سال کا فرق مان لیا جائے تو پھر آنحضرتؐ کی تاریخِ پیدائش ۵۷۱ ہے اور حضرت حمزہ (رض) کی پیدائش ۵۶۹ کو ہو گئی ہو گی۔ اگر چار سال کا فرق مان لیا جائے تو پھر حضرت حمزہ (رض) کی پیدائش ۵۶۷ء قرار پائے گی۔ بہر حال دونوں شخصیات کے درمیان عمر کا فرق دو سال کا ہو یا چار کا، ایک بات تو طے ہے کہ پیغمبر اسلامؐ اور حضرت حمزہ (رض) دونوں نے بچپن، لڑکپن، نوجوانی اور عنفوانِ شباب کے ایام باہمی قرابت داری اور دوستی میں گزارے ہیں۔ یقینی بات ہے کہ چچا بھتیجے ہونے کی نسبت سے دونوں میں سماجی، اخلاقی اور مذہبی مماثلتیں ضرور موجود رہی ہوں گی۔

حضرت حمزہ (رض) سمیت خاندانِ بنو ہاشم کے دیگر بزرگان کو اِس بات کا یقینی ادراک تھا کہ محمد ﷺ دیگر انسانوں سے ہٹ کر ایک غیر معمولی شخصیت کا پہلو اپنے اندر پنہاں رکھتے ہیں۔ جیسا کہ ہم تاریخ، سیرت اور کتبِ منابع کی ورق گردانی کرتے ہیں تو واضح نظر آتا ہے کہ بنو ہاشم کی نمایاں شخصیات اپنے اِس فرزند (محمدؐ) کا خیال اپنی جانوں سے بڑھ کر رکھتی تھیں۔[5] حضرات عبدالمطلب، ابوطالب، عباس (رض) اور حمزہ (رض) نے صلۂ رحمی اور سماجیانہ عمل میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں برتی۔ جس قدر بھتیجے کی حفاظت اور خیال رکھا وہ تاریخ میں محفوظ ہے۔ حضرت عبدالمطلب کے ذمہ پوتے کی پرورش اور زندگی کی مبادیات ازبر کرنی تھیں، اُنہوں نے غیر معمولی تربیت پیشِ نظر رکھنے کے ساتھ ساتھ خوبصورت اور منطقی نام تفویض کرنے کی ذمہ داری بخوبی نبھائی۔

آج ہم "محمد مصطفیٰ ﷺ" کے جس مقدس نام سے آشنا ہیں تو اِس نام کے حقیقی مُدرک سردارِ قریش حضرت عبدالمطلب ہیں۔[6] حضرت ابوطالب (رض) نے کفارِ قریش کی سخت ترین مخالفت کا سامنا کرتے ہوئے محمد ﷺ کا ہر آن دفاع کیا، اپنے بھتیجے کی کوششوں اور کاوشوں کو کبھی حوصلہ شکنی سے دوچار نہیں کیا۔ سردارانِ قریش کے تقاضے اور حضرتِ محمد ﷺ کے لئے اُن کی نفرتیں ڈھکی چھپی نہیں تھیں۔ جیسے جیسے تبلیغیاتِ اسلام بڑھتی گئیں ویسے ویسے اُن کی مخاصمتوں میں بھی اضافہ ہوا۔ کون نہیں جانتا کہ اُس وقت ایک ابوطالب ہی ایسے تھے جنہوں نے محمد ﷺ کا خیال خانہ کعبہ کی حرمت سے بڑھ کر رکھا۔ جب کبھی کفارِ قریش کی طرف سے بدسلوکی کا اِظہار ہوا، ابوطالب نے بھرپور طریقے سے دفاع کیا۔ شیعہ محدث شیخ محمد یعقوب کلینیؒ نے اپنی کتاب اُصولِ کافی میں اور ملا محمد باقر مجلسیؒ نے اپنی کتاب بحارُالانوار میں حضرت ابوطالب کا جذبہ اُلفت و محبت اور حمیت کو یوں بیان کیا ہے:

كان قريش يجدون فی اذی رسول الله و كان اشد الناس عليه عمه ابو لهب، فكان ذات يوم جالساً فی الحجر فبعثوا الی الشاة فالقوه علی رسول الله ،فاغتم من ذلک ، فجاء الی ابوطالب فقال: يا عم كيف حسبی فيكم؟ قال: وما ذاک يا ابن اخ؟ قال: ان

قریشاً القوا علی السلی، فقال لحمزۃ : خذ السیف، و کانت قریش جالسۃ فی المسجد، فجاء ابوطالب و معہ السیف، و حمزۃ و معہ السیف، فقال: امر السلی علی سبالھم، فمن ابی فاضرب عنقہ، فما تحرک احد حتی امر السلی علی سبالھم، ثم التفت الی رسول اللہ وقال: یا ابن اخ ھذا حسبک منا و فینا۔[7]

یعنی: "قریش اکثر و بیشتر رسول اللہؐ کو نقصان پہنچاتے تھے اور آپؐ کے خلاف سب سے زیادہ سخت آپ کے چچا ابولہب تھے، چنانچہ ایک دن آپؐ ایک پتھر پر تشریف فرما تھے تو اُنہوں نے کچھ لوگوں کو آپ کے پاس بھیجا اور وہ لوگ آنخضرتؐ کے ساتھ سختی کے ساتھ پیش آئے۔ اُن کے اِس عمل سے آنخضرتؐ نہایت غمگین ہوگئے۔ آپؐ جناب ابوطالب کے پاس آئے اور کہا کہ چچا جان آپ کے نزدیک میرا حسب کیا ہے؟ اُنہوں نے پوچھا اے فرزند! اس بات کا کیا مطلب ہے؟ آپؐ نے واقعہ بیان کیا۔

حضرت ابوطالب کو یہ سن کر غصہ آگیا۔ آپ نے جناب حمزہ (رض) کو بلایا، اپنی تلوار حمائل کی اور جناب حمزہ (رض) سے کہا اونٹ کی آنتیں اُٹھالو۔ پھر پیغمبر اسلامؐ کو ساتھ لے کر قریش کے پاس آئے جو کعبہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ جب حضرت ابوطالب (رض) کو اس طرح آتے ہوئے دیکھا اور اُن کے چہرے سے آثارِ غضب مشاہدہ کئے، خوف کی وجہ سے اپنی جگہ سے حرکت نہ کرسکے۔ جناب ابوطالب (رض) نے حمزہ (رض) سے کہا کہ خون، گوبر اور آنتوں کی کثافتیں ان کے جسموں پر مل دو۔ جناب حمزہ (رض) نے خوب اچھی طرح ان کے بدن پر وہ کثافتیں ملیں پھر جناب ابوطالب (رض) نے پیغمبر اسلامؐ سے کہا کہ تمہارا حسب ہمارے نزدیک ایسا ہے۔"

واضح رہے کہ اِس جذبہ اُلفت و محبت میں حضرت حمزہ (رض) کی حصہ داری بھی ہے۔ جہاں کہیں حضرت ابوطالب (رض) کا جذبۂ اُلفت واضح نظر آتا ہے وہی حضرت حمزہ (رض) کی حمیت بھی نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔ مذکورہ واقعہ سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت حمزہ (رض) ایک بہادر سپاہی اور بے لوث محافظ کی طرح آنخضرتؐ کی دفاع میں ہمیشہ پیش پیش رہے ہیں۔ جیسا کہ سطور بالا میں ذکر کیا گیا کہ آپ کے اسلام لانے کے اسباب میں سے ایک سبب حضور ختمی مرتبؐ کی ذات پر ابوجہل کی طرف سے دشنام طرازی اور بعدازاں آپ کی جانب سے سخت ردِ عمل ظاہر کرنا تھا۔ یہ پہلو مزید بحث کا متقاضی ہے، عنقریب تجزیہ و تحلیل کے ذریعے مکمل وضاحت پیش کی جائے گی۔

حمزہ، وجہِ تسمیہ

کسی شخصیت کو سیرت کے پیرائے میں بیان کرنے کا ابتدائی عمل اُس کے نام، کنیت اور القابات کی توضیح و تشریح ہے۔ نام کے مطالب، کنیت کی وجوہات اور القابات تفویض کئے جانے کے پسِ پردہ مقاصد کیا ہیں، کن صفات و کمالات کی بُنیاد پر مذکورہ القابات تفویض کئے گئے۔ خصوصیت کے ساتھ نام اور القابات عطاء کرنے کے پسِ پردہ

صفات و کمالات پنہاں ہوتے ہیں۔ اگر ہم لفظ "حمزہ" کے لغوی مطالب کی طرف نظر کریں تو متعدد معنی ہمارے زیرِ غور آتے ہیں۔ جیسا کہ علمائے لغت نے بیان کیا ہے کہ نامِ "حمزہ" میں اِس قدر چاشنی ہے کہ یہ اِسم جس قدر بھی دُہرائیں جری قسم کی شخصیت مکمل شبیہ کے ساتھ نمودار ہو گی۔ مشہور اُردو لُغت داں وحید الزماں نے لفظ "حمزہ" اور "حمیزہ" کو (الف لام کے ساتھ) متعدد معنوں میں استعمال کیا ہے، اُنہوں نے لفظ "اَلحَمزَۃُ" کا اُردو ترجمہ شیر کا کیا ہے۔ یعنی حملہ آور ہونے میں شیر جیسی خصلت رکھنے والا اور شدت کے ساتھ اپنے اُصول و قواعد کی پابندی کرنے والا اِنسان، جبکہ لفظ "حمیزہ" کے تین مطالب بیان کئے ہیں، اول: اِنتہائی ہوشیار، دوم: چالاک، سوم: خوش طبع۔ [8]

یہ تینوں مطالب مزید وضاحت کے محتاج ہیں اور ہم آگے چل کر حضرت حمزہ (رض) کو اِنہی تین صفات کی بُنیاد پر کھوجنے کی کوشش کریں گے۔ دیگر علمائے لغت مثلاً لوئیس معلوف اور مولانا عبدالحفیظ نے لفظ "حمزہ" کو اُردو کے متعدد معنوں میں استعمال کیا ہے، وہ لکھتے ہیں: حمزہ کا مطلب تیز کرنا، سخت ہونا، تیز فہم، عقلمند، سخت، ذکی اور شیر ہے۔ [9] اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت حمزہ (رض) کی شخصیت صرف شیر جیسی خصلت رکھنے کی حد تک نہیں تھی بلکہ آپ عقلمند، سُرعت کے ساتھ معاملہ کو سمجھنے والے، ذکاوت و تیزی جیسی صفات بھی بدرجہ اتم موجود تھیں۔ اُردو داں طبقہ نے لفظ "حمزہ" کو ساگ یعنی پتوں پر مشتمل سبزی کے معنی میں بھی استعمال کیا ہے۔ [10]

ہم نے سطور بالا میں نشاندہی کی کہ لفظ "حمیزہ" تین مطالب کی توضیح و تشریح کرتا ہے اور اِس کا اوّلین مطلب اِنتہائی ہوشیار ہے۔ عام طور پر میدانِ جنگ اور مدِمقابل کے خلاف ہوشیار ہونا ایک جری انسان کی نمایاں وصف ہوتی ہے۔ حضرت حمزہ (رض) جن اوصافِ حمیدہ کے حامل تھے، اُن کی موجودگی میں لازم تھا کہ آپ بھی اپنی شخصیت کے اعتبار سے ہوشیار ہوں۔ دوسری اہم بات یہ کہ عرب جیسا ماحول جہاں معمولی باتوں اور ہلکے تنازعات کو لے کر عشروں تک لڑنے جھگڑنے اور باہمی دشمنی پالنے کا رواج عام تھا وہاں حمزہ جیسے شیر دل اِنسان کا جسمانی توانائی کے حامل ہونے کے علاوہ حکمت عملی وضع کرنے اور مدِمقابل کے منصوبوں سے آگاہ ہونے کی صلاحیت رکھنا ضروری تھا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ شیر جری کے عنوان سے متصف حمزہ (رض) بہادری کی جُملہ صفات سے عاری ہوں؟ وہ صرف ایک شکاری کی حد تک بہادر رہیں اور روز مرہ کے اُمور میں دلچسپی نہ لیں؟

یہ سوالات دراصل ایک محقق کو مجبور کرتے ہیں کہ جیسی شخصیت حضرتِ حمزہ (رض) کی تھی، اُس کو مدِنظر رکھتے ہوئے تحقیق کے نئے عنوانات قائم کرے اور تجزیہ و تحلیل کے دامن سے وابستہ رہتے ہوئے حضرت حمزہ کی شخصیت کو کھوجنے کی کوشش کرے۔ یہاں پر ہم ایک منفرد رائے قائم کر رہے ہیں کہ جس قسم کے جری حمزہ (رض) اسلام قبول کرتے وقت نظر آتے ہیں، قبل از اسلام بھی اُس شخصیت کی بہادُرانہ صفات واضح نظر آئیں اور آپ اُسی طرح کردار نبھاتے نظر آئے جیسی ذمہ داریاں اسلام قبول کرنے کے بعد آپ کی شخصیت سے مترشح ہوئیں۔ ہم

مجبور ہیں کہ اسلام کے دامنِ آغوش میں داخل ہونے والے حمزہ اور قبل از اسلام اپنی محدود زندگی (علی الصبح شکار کی طرف روانگی سے لے کر شام کو واپسی کے دوران خانہ کعبہ کی زیارت سمیت سیدھے گھر کی راہ پکڑنا) بتانے والے حمزہ کے درمیان کوئی فرق قائم نہ کریں۔ ہم اُس حمزہ(رض) کو بھی اُسی طرح بہادر و جری اور ہوشیار مانیں جس حمزہ کو ہم نے اسلام قبول کرنے کے بعد تاریخ اور حدیث کی کتابوں میں دیکھا۔

ممکن ہے کہ بعض حضرات کی طرف سے سوال ہو کہ کیا قبل از اسلام حضرت حمزہ(رض) کی کسی جنگ میں بہادرانہ و مجاہدانہ اور دفاعی حکمت عملی کی مثال مل سکتی ہے؟ یہ سوال اپنی جگہ بہت اہم ہے۔ ایک محقق کی حیثیت سے ہمارے پاس ہاں کہنے کا جواز موجود نہیں البتہ معرکہ فُجار میں حضرت حمزہ(رض) کے کردار کو تلاش کیا جاسکتا ہے۔ اُس جنگ کی مکمل جُزئیات تاریخ میں دستیاب تو نہیں تاہم پیغمبر اسلامؐ کے قول کے مطابق: "میں نے جنگِ فُجار میں حصہ لیا تھا اور اپنے چچاؤں کو تیر فراہم کرنے میں مدد کی تھی۔"[11]

ایک رائے قائم کی جاسکتی ہے کہ دیگر چچاؤں سمیت حضرت حمزہ(رض) نے جنگ کو خاتمہ کی طرف لے جانے اور قریش کو فتحیاب بنانے میں یقینی کردار ادا کیا ہوگا۔ ہوسکتا ہے کہ حضرت حمزہ(رض) جس کی عمر اُس وقت بمشکل سترہ یا اُنیس سال رہی ہوگی، نے بھرپور دادِ شجاعت دی ہوگی اور مذکورہ جنگ کے بعد آپ کو شیر کا لقب ملا ہو۔ اِس موقف کی تائید کے لئے ہمارے پاس حوالہ جاتی مواد موجود نہیں، ہم صرف تجزیاتی انداز اپناتے ہوئے ایک نکتہ بیان کر رہے ہیں۔

دوسرا اَمر کہ لفظ حمیزہ کے مطالب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ہم نے بیان کیا تھا، وہ لفظ "چالاک" ہے۔ اگرچہ عام طور پر اردو میں یہ لفظ ایک منفی صفت کے طور پر استعمال ہوتا ہے لیکن ہوشیار اور چالاک میں زیادہ فرق پیدا نہ کرتے ہوئے ہم دونوں کو ایک ہی وصف پر محمول کریں گے۔ یہ صفت بھی ایک بہادر اِنسان میں موجود ہوتی ہے۔ ہوشیار اور چالاک ہونا اِس نسبت سے بھی اہم ہے کہ مخالف کی ہر حرکت اور عمل پر گہری نگاہ رکھی جائے۔ حضرت حمزہ(رض) کے نام کے ساتھ اِن مطالب کا نتھی ہونا اِس بات کا غماز ہے کہ آپ اپنی شخصیت کے مکمل آئینہ دار تھے۔ بہادری کی صفت کی موجودگی کے بعد ہوشیار اور چالاکی کا ہنر ہونا بدیہی اَمر ہے۔ ایک سُست اور کاہلی آدمی نہ بہادر ہوسکتا ہے اور نہ ہی ہوشیاری اور چالاکی جیسی صفات سے مزین ہوسکتا ہے۔ حضرت حمزہ(رض) کی بہادری اور جلالت کی یقینی موجودگی کو فرضیت کا درجہ عطاء کرتے ہوئے ہم قرار دیں گے کہ جہاں آپ بہادری کے اعتبار سے شیر جیسی صفت رکھتے تھے وہی آپ کی شخصیت میں ہوشیاری اور چالاکی کی صفات بدرجہ اتم موجود تھیں۔

تیسرے مطلب کی وضاحت پیغمبر اسلامؐ کے اُس قول میں میں تلاش کرنا ہوگی جس میں آپؐ نے حضرت حمزہ(رض) کو تمام چچاؤں میں سے بہتر چچا قرار دیا تھا۔[12] اِس قول کے مصداق قرار دیے جانے کے بعد مزاج حضرت حمزہ(رض) میں خوش طبعی تلاش کرنے میں دشواری پیش نہیں آئے گی۔ اسلام کے آخری پیغمبرؐ کی طرف

سے بہتر قرار دیے جانے کے پسِ پردہ حضرت حمزہ(رض) کی شخصی روش آپؐ کے پیشِ نگاہ تھی۔ وہ حمزہ کہ جس نے اپنی سماجی زندگی آنحضرتؐ کی محافظت میں قربان کردی، وہ اِس بات کے بجا طور پر مستحق تھے کہ آپ کو آنحضرتؐ کی نگاہ میں بلند سے بلند مقام و مرتبہ ملے۔ حضرت حمزہ(رض) کو یہ مقام و مرتبہ آنحضرتؐ کے قریبی عزیز ہونے کی نسبت سے نہیں ملا۔ آپ کو یہ مقام اُن مجموعی خصلتوں اور عادتوں کی وجہ سے ملا جو ایک اِنسان کو خوش طبع بناتی ہیں۔ تُرش رو اور چڑچڑے پن کے حامل افراد فرمانبرداری اور اطاعت گزاری سے متصف نہیں ہوسکتے۔ انسانی فطرت اور مجموعی معاشرہ کا دستور ہے کہ ہمیشہ خوش طبع افراد ہی اطاعت و راست گزاری میں نمایاں رہتے ہیں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اچھائی کی صفت اُنہی افراد میں پائی جاتی ہے جو طبیعتاً خوش مزاج اور اطاعت گزار ہوں۔ قولِ نبی مکرمؐ کے مصداق حضرت حمزہ(رض) کو انہی خصلتوں اور عادتوں کے سانچے میں ڈھالا جائے تو صورت حال بالکل واضح ہو جائے گی اور آپ کے نام کے مطالب بھی روشن ہو جائیں گے۔

حضرت حمزہ(رض) کے بزرگوں نے نامِ حمزہ کسی وجوہ کی بناء پر رکھا ہوگا۔ تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہے کہ عرب جو اپنے آپ کو جاننے کی طرف نسبت دیتے تھے اور اغیار کو عجمی یعنی گونگوں سے موسوم کرتے تھے، یقینی بات ہے کہ وہ نام کے انتخاب میں بھی عالمیت، جاہ و حشم اور پسِ پردہ مقاصد کا خیال ضرور رکھتے ہوں گے۔ حضرت حمزہ(رض) چونکہ بنو ہاشم جیسے خاندان کے چشم و چراغ تھے اور ایسے نوجوان کی حیثیت سے پہچان رکھتے تھے کہ جو آزاد طبیعت کے مالک اور سیر وسیاحت کے دلدادہ تھے، آزاد منش اِنسان کی خصلتیں اور عادتیں شاہانہ ہوتی ہیں۔ حضرت حمزہ(رض) کی قبل از اسلام جاری مصروفیات پر نظر دوڑائی جائے تو واضح ہوتا ہے کہ آپ کی فطرت اور عادت میں شیر جیسی سختی موجود تھی۔ نامِ حمزہ کے اِنتخاب کے پس پردہ اُنہی خصلتوں اور عادتوں کا شاخسانہ نظر آتا ہے۔ ایک طرف نام اسمِ بالمسمیٰ اور دوسری طرف خصلت کے اعتبار سے جری و بہادر، ہر دو صورت میں حضرت حمزہ(رض) کو تاریخی و مذہبی مقام عطاء ہوا۔ البتہ سماجی مقام کے حوالے سے گہری تحقیق کی ضرورت ہے۔ یہ پہلو تاریخی اعتبار سے بھی تشنہ لب ہے۔ خاص طور پر مورخین و محدثین اور اہلِ علم حضرات نے اِس جانب کوتاہی برتی ہے۔ ہم سطور بالا میں ذکر کرچکے ہیں۔

تاریخ، سیرت اور دیگر کتبِ علمی میں حضرت حمزہ(رض) کی کُنیت ابو عمارہ اور ابو یعلیٰ درج ہے۔[13] جیسا کہ اُس وقت عرب معاشرے میں دستور تھا کہ باپ کو اُس کی اولین اولاد خاص کر فرزندوں کے نام کی نسبت سے پکارا جاتا تھا۔ حضرت حمزہ کے دو فرزندان عمارہ اور یُعلیٰ تاریخ میں معروف ہیں۔ اِنہی ناموں کی وجہ سے آپ اپنے اصلی نام کے علاوہ ابویُعلیٰ و ابو عمارہ سے بھی مشہور ہوئے۔ حضرت حمزہ(رض) کا عمومی لقب شیر ہے۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ قبل از اسلام آپ کی جری صفت کی بناء پر یہ لقب تفویض ہوا۔ البتہ اسلام کی قبولیت کے بعد لفظ شیر کے

ساتھ ایک اور صفت کا اضافہ ہوا اور وہ صف لفظ "اللہ" ہے، یعنی آپ اللہ کے شیر کے لقب سے معنون ہوئے۔ جبکہ حضور ختمی مرتبتؐ سے خاص قربت اور اسلام سے خصوصی لگاؤ کی بناء پر آپ کو "اسد رسول اللہ" سے بھی پکارا گیا۔[14] شہادت کے مرتبے پر فائز ہونے کے بعد "سیدُالشہداء" کے لقب سے موسوم ہوئے۔[15] صاحبِ کنزالعمال نے رسول اللہؐ سے منسوب ایک قول نقل کیا ہے، جس میں آپؐ نے فرمایا: ''والذی نفسی بیده انہ لمکتوب عنداللہ تبارک و تعالیٰ فی السماء السابعۃ حمزۃ عبدالمطلب اسدُ اللہ و اسد رسولہ''[16] یعنی: "قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، بے شک ساتویں آسمان پر یہ بات اللہ تعالیٰ کے ہاتھ لکھی ہوئی ہے کہ حمزہ بن عبدالمطلب اللہ اور اُس کے رسول کے شیر ہیں۔"

حضرت حمزہ(رض) کے القابات پر غور کریں تو ایک چیز واضح نظر آتی ہے کہ ایک طرف آپ کا رشتہ اللہ تعالیٰ سے اُستوار تھا، اس لئے آپ شیرِ خدا کے طور پر مشہور ہوئے اور دوسری طرف اللہ کے آخری نبی کے ساتھ بھی قریبی تعلق تھا۔ ہمارا یہ دعویٰ اِس اعتبار سے بھی قابلِ قبول ہے کہ حضرت حمزہ(رض) کی ذاتی زندگی میں بہت زیادہ تنازعات کے بجائے محدود طور پر بعض منفی چیزیں منسوب نظر آتی ہیں۔ یہ چیزیں الزامات سے زیادہ کوئی حقیقت نہیں رکھتیں۔ اِس لئے کہ جو شخص اپنی شبانہ روز مصروفیات کو بہت زیادہ وُسعت دینے کے بجائے بہت کم ہی اُمور تک محدود رکھے، وہ لغویات و فضولیات سے محفوظ ہوتا ہے۔ مورّخین کے دعویٰ کے مطابق حضرت حمزہ(رض) شکاری اور جریُ الوصف انسان تھے۔ سماجی اُمور سے متعلق معاملات سے بہت کم تعلق تھا۔ ایسے میں یقینی بات ہے کہ وہ سماجی جُرمیات (جرائم) سے بھی احتراز کرتے ہوں گے۔

ایسی صورت حال میں مورّخین و محدثین کا یہ کہنا کہ حضرت حمزہ(رض) شراب پینے کی طرف مائل تھے،[17] محلِ نظر بات ہو سکتی ہے۔ اس لئے کہ جو شخص توانا و بہادر ہو وہ سماجی گناہوں سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے اور اُس کا دانائی کے ساتھ ایک خاص رشتہ قائم ہوتا ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ حمزہ جیسی شخصیت آنحضرتؐ کے بارے میں صدیوں سے چلی آرہی باتوں اور خبروں سے بے خبر رہے۔ جب یہ بات طے ہے کہ عرب میں پیغمبر اسلامؐ کی بعثت کا قبل ازیں چرچا تھا، متعدد قبائل اور اقوام خاص کر یہودی اس بات کے انتظار میں تھے کہ کب آنحضرتؐ کا ظہور ہو اور وہ آپؐ کے اعوان و انصار میں شامل ہوں۔[18]

حضرت حمزہ(رض) بھی آنحضرتؐ کے ہمراہ کھیلے کودے ہیں، آپؐ کی شرافت و اخلاقیات کا بغور مطالعہ کیا ہے، جب قریش کے دیگر افراد پیغمبر اسلامؐ کی صفات و اخلاقیات سے متاثر ہو کر امین و صادق جیسے القابات تفویض کر سکتے ہیں تو پھر حضرت حمزہ(رض) تو گھر کے فرد تھے، اُنھوں نے تو بہت زیادہ گہرائی کے ساتھ پیغمبر اسلامؐ کی شخصیت کا مطالعہ ہوگا اور آپؐ کی زندگی سے سیکھنے اور مودّب بننے کی حکمت عملی ازبر کی ہوگی۔ علاوہ ازیں اکثر اہلِ

علم مانتے ہیں کہ خاندانِ بنو ہاشم کے شرفاء قبل از اسلام بھی بے مقصد اُمور اور لہو ولعب کے معاملات سے دور رہتے تھے۔ حضرت آدمؑ و حوّاؑ سے لے کر آپؐ کے سارے آباء واجداد میں سے کوئی بھی کافر نہ تھا کیونکہ کافر کو پاکیزہ نہیں کہا جاسکتا۔[19] اس سلسلے میں آنحضرتؐ کی ایک حدیثِ مبارکہ بھی ہے، جیسا کہ عبداللہ ابن عباس روایت کرتے ہیں، آپؐ نے فرمایا:

"قال ان قریشا،ای المسعدۃ بالاسلام، کانت نورا بین یدی اللہ تعالیٰ قبل ان یخلق آدم بالفی عام یسبح ذلک النور و تسبح الملائکۃ بتسبیحہ،فلما خلق اللہ آدم القی ذلک النور فی صلبہ، قال رسول اللہ: فاھبطنی اللہ تعالیٰ الی الارض فی صلب آدم و جعلنی فی صلب نوح، و قذف بی فی صلب ابراھیم، ثم لم یزل اللہ ینقلنی من الاصلاب لاکریمۃ والارحام الطاھرۃ حتی اخرجنی من بین ابوی لم یلتقیا علی سفاح قط"[20]

یعنی: "قریش حضرت آدمؑ کی تخلیق سے دو ہزار سال قبل رب تعالیٰ کے سامنے نور تھا۔ وہ نور رب تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتا تھا۔ اس کی تسبیح کی وجہ سے ملائکہ بھی ربِ تعالیٰ کی تسبیح کرتے تھے۔ جب ربِ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کی تخلیق کی تو وہ نور حضرت آدمؑ کی کمر میں رکھ دیا۔ حضورؐ نے فرمایا: رب تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کی کمر میں مجھے زمین پر اُتارا۔ مجھے نوحؑ کی صلب میں رکھا۔ پھر مجھے حضرت ابراہیمؑ کی کمر میں رکھا۔ وہ مجھے پاکیزہ اصلاب اور پاکیزہ ارحام میں رکھتا رہا۔ حتیٰ کہ میرے والدین کے ذریعے میرا ظہور کر دیا۔ اُنہوں نے کبھی بھی بدکاری نہیں کی تھی۔"

حضرت حمزہ (رض) نے یقیناً اپنے بزرگوں خاص کر اپنے والد عبدالمطلب کے زیر سایہ پروش پائی۔ جو عادتیں اور خصلتیں اپنے باپ اور بڑے بھائیوں میں ملاحظ کی، اُن کو بغیر کسی تردُّد کے اپنایا۔ یہی وجہ ہے کہ ہاشمی جلالت اور صلہ رحمی جیسی صفات کبھی حضرت حمزہ (رض) سے جُدا نہیں رہیں۔ ہم پیغمبر اسلامؐ کے قول: "رحمۃ اللہ علیک فانک کنت ما علمت وصولا للرحم فعولا للخیرات"[21] یعنی: "تم پر خدا کی رحمت ہو کیونکہ جہاں تک مجھے معلوم ہے تم قرابت داری کا سب سے زیادہ خیال رکھتے تھے، نیک کاموں میں پیش پیش رہتے تھے۔" کی طرف متوجہ ہو جائیں تو حضرت حمزہ (رض) کی نیک خصلت اور اپنے بزرگوں کی راہ پر چلنے کی روش واضح ہو جائے گی۔ ابولہب کے سواء پیغمبر اسلامؐ کے دیگر چچا نہ صرف دینِ مبین کے شیدائی تھے بلکہ آپؐ کے بے لوث مددگار بھی تھے۔ ایک ابولہب کی دُشمنی واضح انداز میں بیان کی گئی ہے۔

خاندانی نسب

حضرت حمزہ (رض) والد کی طرف سے خاندانِ بنو ہاشم کے چشم وچراغ تھے، نسب یوں بیان کیا گیا ہے: حمزہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی اور والدہ کی طرف سے آپ کا حسب نسب یوں ہے: ہالہ بنت اُہیب بن

عبد مناف بن زہرہ تھا۔[22] ہالہ بن اُہیب آنحضرتؐ کی والدۂ محترمہ کی چچازاد بہن تھیں۔[23] آپ والد اور والدہ دونوں کی طرف سے آنحضرتؐ سے قریبی تعلق رکھتے تھے۔ جیسا کہ بیان کیا گیا کہ آپ کے والدِ محترم کا نام عبدالمطلب تھا۔ وہ قریش میں سردارِ عرب کے عنوان سے معروف تھے جبکہ عامُ الفیل کے دوران مکۃُالمکرمہ کے لوگوں کو حقیقی رہنمائی فراہم کی اور حبشہ کے بادشاہ کی طرف سے متعین کردہ یمن کے والی ابرہہ کے سامنے دو ٹوک موقف اپنایا۔[24] علاوہ ازیں اپنے عظیم الشان پوتے (محمد ﷺ) کی پرداخت و پرورش اور جُملہ اُمور کی نگرانی و ذمہ داری بھی نبھائی ہے۔[25]

بہن بھائی

حضرت حمزہ(رض) کی حقیقی بہن کا نام صفیہ بنت عبدالمطلب اور آپ کے سگے بھائی حجل اور مقوم تھے۔ جبکہ دیگر بہنوں جن کے ساتھ آپ کا سوتیلا رشتہ تھا، میں اُم حکیم، البیضاء، عاتکہ، ارو، برۃ شامل ہیں۔[26] آپ کے سوتیلے بھائیوں کے نام کتب میں یوں درج ہیں: عباس، عبداللہ، ابوطالب، زبیر، حارث، ضرار، ابولہب۔[27]

قبل از اسلام حمزہ کا سماجی رُتبہ

اسلام کی آمد سے قبل حضرت حمزہ(رض) کی سماجی زندگی زیادہ واضح نہیں ہے۔ ہم مقدمہ میں ذکر کرچکے ہیں کہ آپ ایک شکاری تھے اور بہادری میں ید طولیٰ تھے۔ اِن دو صفات کے علاوہ حضرت حمزہ(رض) کا ذکر غیر واضح ہے۔ عجیب اتفاق ہے کہ اہلِ علم نے حضرت حمزہ(رض) کی جن دو صفات کا تذکرہ کیا ہے وہ دونوں آنحضرت ﷺ کی سماجی و مذہبی زندگی سے الگ نظر نہیں آتی ہیں۔ جیسا کہ مورخین و محدثین اور مفسرین نے اِن دونوں صفات کی طرف بار بار توجہ دلائی ہے۔ قبل از اسلام حضرت حمزہ(رض) کو عرب کے اُس ماحول میں تلاش کرنا ہوگا جہاں اخلاقی قدریں مفقود تھیں۔ لوگ صرف ظاہر داری اور خود ساختہ خاندانی وجاہت کو حرفِ آخر سمجھ کر بیٹھے ہوئے تھے۔ اُس ماحول میں حضرت حمزہ(رض) کی شخصی زندگی آنحضرتؐ کے ارد گرد ہی گھومتی نظر آتی ہے۔ چچا بھتیجے کے رشتے میں جہاں خونی عنصر اغلب تھا وہی سماجی اور مذہبی تعلق بھی بہت گہرا تھا۔ اِس دعویٰ کے پسِ پردہ یقیناً وہ تمام واقعات کارفرما ہیں جن کی نشاندہی تاریخ دانوں نے کی ہے کہ کس طرح حضرت حمزہ(رض) پیغمبر اسلامؐ سے نزدیکی تعلق رکھتے تھے۔

یہ مورخین کی کوتاہی ہے کہ اُنہوں نے حضرت حمزہ(رض) کو سماجیانہ پہلو سے بیان نہیں کیا۔ صرف اُنہی موارد کے تناظر میں آپ کی شخصیت کو بیان کیا ہے جو قبولِ اسلام کو نمایاں کرنے کے باعث بنتے ہیں۔ شاید کہ مورخین کا یہ عمل حضرت حمزہ(رض) کو اجتماعیت سے نکال کر محدودیت کے دائرے میں لے گیا۔ یہی وجہ ہے کہ جدید محققین کے لئے سیرتِ حضرت حمزہ(رض) کو تفصیلی انداز میں بیان کرنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔

یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے، کیا حضرت حمزہ(رض) کو سماجی اعتبار سے بھی قدر کی نگاہ سے دیکھنے کی گنجائش موجود ہے؟اس لئے کہ تاریخ کا بیانیہ اس معاملے میں بالکل بھی خاموش ہے، وہ آپ کو صرف ایک شکاری کی حیثیت سے پیش کرتا ہے۔ ایک ایسا شخص جو علی الصبح تیر کمان لئے گھر سے نکلتا ہے اور دن بھر سیر و تفریح اور شکار کی تلاش میں مارامارا پھرتا ہے۔ جیسا کہ متعدد مورّخین نے بڑی شد و مد کے ساتھ اِس پہلو کو بیان کیا ہے۔ ہماری تجزیاتی حس کہتی ہے کہ حضرت حمزہ(رض) کو سماجی رُتبے کا بھی حامل ہونا چاہیے۔

مثال کے طور پر عرب کی سرزمین ایسی تھی کہ جہاں کے بڑے بڑے خاندانوں میں نابغہ روزگار شخصیت اپنا وجود رکھتی تھیں۔ شعر و شاعری ہو، حافظہ و ذہانت کی تیزی ہو اور عدالت و فیصلوں کے اِجتماعات ہوں، ہر شعبۂ زندگی میں لوگوں کی کثرت تھی۔ تاریخ نے چونکہ حضرت حمزہ(رض) کو صرف بہادرانہ صفت کے اعتبار سے یاد رکھا ہے لہٰذا دیگر تمام خصلتیں پسِ پردہ چلی گئیں۔ جنگِ اُحد کی گرما گرمی کے دوران خود آپ نے اپنی ایک صفت کا ذکر کیا ہے اور رجز پڑھتے ہوئے اعلان کیا کہ میں سردارِ قریش ہوں۔[28]

سطور بالا میں ہم نے پیغمبر اسلامؐ کے ایک قول کو بھی نقل کیا، جس میں آپؐ نے حضرت حمزہ(رض) کو نیک خصلت اور قربت داروں کے لئے رحم دل قرار دیا ہے۔ ان تین اوصاف (سرداری، نیک خصلت اور رحم دلی) کی واضح موجودگی میں ہم حضرت حمزہ(رض) کو سماجی رُتبہ کے حامل شخص قرار دینے میں تامُّل نہیں کریں گے۔ جس طرح دیگر شخصیات اور افراد الگ الگ صفات کی حامل تھیں اِسی طرح حضرت حمزہ(رض) کو بھی متعدد اوصاف کے حامل قرار دینے کی تاریخی وجوہ ہے۔ جیسا کہ تاریخ کے اوراق میں موجود ہے کہ عرب سماج میں خرابیوں اور اخلاقی بُرائیوں کے علاوہ بعض اچھائیاں بھی تھیں۔

مثال کے طور پر اُن میں غیرت و حمیت، مہمان نوازی، قوتِ حافظہ، رشتہ داری و قرابت داری کا لحاظ، اُصول و قواعد کی پاسداری جیسی صفات بدرجہ اتم موجود تھیں۔[29] اِن صفات کے عملی نمونے خود آنحضرتؐ کے جدِ امجد حضرت عبدالمطلب نے بھی پیش کئے ہیں۔[30] کیا یہ ممکن ہے کہ حضرت حمزہ(رض) بہادری و شکار کے علاوہ دیگر صفات سے محروم ہوں؟ عقلی طور پر اور منطقی اعتبار سے جواز موجود ہے کہ حضرت حمزہ(رض) بھی اپنے آباؤ واجدا دکے نقشِ قدم پر چلے ہیں۔ جس طرح آپ کے آباؤ اجداد نے عرب سماج کی آبیاری کے لئے کلیدی کردار ادا کیا ہے اِسی طرح حضرت حمزہ(رض) نے بھی سماجی معاملات کو ازبر کیا ہے۔ آنحضرتؐ کے ساتھ نسبی قرابت کے علاوہ جذباتی و سماجی تعلق اِس بات کو ثابت کے لئے یقینی ذریعہ ہے۔

اِس پوری بحث جو سماجی رُتبہ کے حوالے سے بحث کے دوران منصہ شہود میں آئی، کے نتیجے میں واضح ہوتا ہے کہ حضرت حمزہ(رض) عرب کے سماجی معاملات سے لاتعلق نہیں تھے۔ وہ بھی دیگر افراد کی طرح سماج کو متوازن رکھنے کے

لئے اپنا شبانہ روز فریضہ بخوبی نبھا رہے تھے۔ اتنی عظیم شخصیت کو صرف شکار کی حد تک بیان کرنا زیادتی ہے یا صرف اِس حد تک بیان کرنا کہ وہ بہادری میں اپنی مثال آپ تھے، دیگر شخصی صفات کو نظر انداز کرنے کے مترادف ہوگا۔ عجیب اتفاق یہ ہے کہ قبل اسلام حضرت حمزہ (رض) کی بہادری کی کوئی ایک مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔ سوائے اس کے کہ آپ کے اسلام لانے کے پسِ واقعہ کے طور پر آپ کی بہادری کا قصہ تفصیلی طور پر ملتا ہے۔ نہ کسی جنگ میں آپ کی شمولیت اور بہادری کی مثال ملتی ہے اور نہ ہی آپ کی طرف سے بہادرانہ رویہ کا کوئی ایک واقعہ مندرج ہے۔

ایسی صورت حال میں بضد رہنا کہ آپ کی ذات کا ایک ہی پہلو یعنی بہادری ہی نمایاں تھی، تحقیق سے ہاتھ اُٹھانے کی عجلت پسند روش ہے۔ تاریخ کے چیدہ چیدہ واقعات اور سیرتِ محمدی ﷺ کے تناظر میں ہم حضرت حمزہ کو سماجی رُتبہ کے حامل فرد قرار دے سکتے ہیں۔ خصوصیت کے ساتھ آنحضرتؐ کی حفاظت میں آپ کا کلیدی کردار تھا۔ اپنے بھتیجے محمدؐ کے لئے حالتِ فکر میں رہنا اور قلبی میلان کا اِظہار بنی ہاشم کے دیگر افراد کی طرح حضرت حمزہ (رض) نے بھی کیا ہے۔ ہم نے سطور بالا میں دو حوالہ جات اِس ضمن میں بیان کئے ہیں۔ علاوہ ازیں آنحضرتؐ سے شفقت و محبت اور فرمانبرداری کے نمونے بھی تاریخ میں ثبت ہیں۔ کسی بھی عنوان سے آنحضرتؐ کی مخالفت نہ کرنا ہی حضرت حمزہ (رض) کی اسلام پسند جبلت کو ظاہر کرتی ہے۔

لہٰذا اِسلام سے قبل کے حضرت حمزہ (رض) کو بھی اُن شخصیات کی طرح سماجی رُتبہ کا حامل قرار دینا ہوگا جو کسی نہ کسی منصب کی بناء پر قریش کے لوگوں میں نمایاں تھے۔ مقالہ کے اِس حصے میں بحث کا رُخ حضرت حمزہ (رض) کے سماجی مرتبہ کی طرف تھا اور تجزیہ و تحلیل کے نتیجے میں ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ جس طرح قبل از اسلام بعض شخصیات اپنی انفرادی خاصیتوں کی بناء پر نمایاں تھیں بالکل اِسی طرح حضرت حمزہ (رض) بھی سردارِ قریش کی حیثیت سے پہچان رکھتے تھے۔ گروہی اور سماجی اُمور سے واقفیت رکھنے والے حضرات بخوبی جانتے ہیں کہ ایک قوم، قبیلہ یا شہر میں سردار کی حیثیت سے براجمان شخص کا مقام کس قدر بُلند ہوتا ہے۔

اگر حضرت حمزہ (رض) سردارِ قریش رہے ہیں تو پھر آپ کی ذات کو صرف شکار تک محدود نہیں رکھی جا سکتی۔ سردارِ قریش ہونے کی حیثیت سے آپ کا سماجی و سیاسی کردار یقیناً نمایاں تھا اور آپ قریش کے درمیان عزت دار آدمی کی حیثیت سے شناخت رکھتے تھے۔[31] ہم عرض کرنا چاہتے ہیں کہ کوئی بھی اِنسان صرف ایک صفت یا خصلت کی وجہ سے مُعاشرے کا نمایاں فرد نہیں بن سکتا۔ اُس کی ذات کے اندر اچھی خصلتوں کا مجموعہ ہونا لازمی ہے۔ حضرت حمزہ (رض) کی وہ صفات جو اہلِ علم حضرات کی نظروں سے اوجھل رہی اور وہ صفات جو بر سبیل تذکرہ ضبط تحریر میں آئیں، وہ تمام کی تمام آپ کے سماجی رُتبہ کو واضح کرنے کے لئے کافی ہیں۔

حضرت حمزہ (رض) کے مشغلے

حضرت حمزہ (رض) کے مشغلوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ایک حصہ وہ ہے جو قبل از اسلام آپ کی زندگی کا احاطہ کرتا ہے۔ دوسرے حصے میں وہ تمام مشاغل شامل ہیں جن کا تعلق قبولِ اسلام سے ہے۔ قبل از اسلام حضرت حمزہ (رض) کی زندگی میں شکار کا عنصر واضح نظر آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مورخین اور اہلِ علم حضرات نے آپ کی ذات کے نمایاں پہلو کو "شکار" کے ساتھ منسوب کیا ہے۔[32] آپ روزانہ صبح کے وقت گھر سے نکلتے تھے اور دن بھر صحرا اور جنگلوں کی چھان بین کرنے کے بعد شام کو گھر لوٹتے تھے۔

واضح رہے کہ جس مکہ نامی شہر میں حضرت حمزہ (رض) کی پیدائش ہوئی، پلے بڑھے اور جوانی کے ایام گزارے، وہ شہر آج بھی جنگل جیسی قدرتی نعمت سے محروم ہے۔ جغرافیہ دان اور تاریخ سے باخبر افراد مدعی ہیں کہ مکہ اُس وقت بھی صحرا پر مشتمل تھا اور آج بھی صحرائی ہیئت لئے ایستادہ ہے۔[33] بظاہر اِس کی کوئی توجیہہ نظر نہیں آتی کہ جنگل کا ذکر کس پیرائے میں بیان کیا گیا۔ ہوسکتا ہے کہ سلاسگی اور زبان کی روانگی کو برقرار رکھنے کے لئے صحرا کے ساتھ جنگل کا بھی تذکرہ کیا گیا ہو۔ وگرنہ زمینی حقائق آج بھی مذکورہ دعویٰ کے بارے میں چغلی کھا رہے ہیں۔ مورخین نے لگے ہاتھوں حضرت حمزہ (رض) کو صرف ایک ہی مصروفیت سے منتھی کردیا، یعنی کہ آپ کا کام روزانہ شکار کھیلنا تھا۔ آپ کی زندگی کی کتاب میں دیگر مصروفیات کی طرف اشارہ تک بھی نہیں ملتا۔

سب سے پہلے تو ہم فرضیت کی بنیاد پر اِس بات کو تسلیم کرلیتے ہیں کہ حضرت حمزہ (رض) شکار کے شوقین تھے اور روزانہ شکار کھیلنے کی غرض سے صحراؤں کی طرف نکل جاتے تھے۔ اور اِس کے ساتھ ہی جنگل کی موجودگی کو بھی قابلِ عمل مانتے ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا تاریخ کے اوراق میں بیان طلسماتی واقعات کو قبول کرنا اِس لئے رواء ہے کہ وہ تاریخ کا حصہ ہیں؟ یہ سوال دراصل اُن محققین کے سامنے رکھا گیا ہے جو واقعاتی طرزِ عمل سے ہٹ کر منطقی لب و لہجہ اپنانے کے قائل ہیں۔ حضرت حمزہ (رض) کے جنگِ بدر میں بیان کئے گئے رجز اور وقتاً فوقتاً آپ کی طرف سے اظہار کردہ اعلانات مذکورہ بالا دعویٰ (جنگل اور شکار کی تشویق) کے بالکل برعکس ہے۔ اِس لئے کہ آپ نے اپنی سپاہیانہ زندگی کو یا تو سرداری سے منتھی کردیا ہے یا آنحضرتؐ کے متبع ہونے کی حیثیت سے اپنی پہچان بنائی ہے۔

ہم نے سطور بالا میں جا بجا اِس جانب اشارہ کیا ہے اور حوالہ جاتی عناصر کی موجودگی میں اِس حقیقت کو واضح بھی کیا ہے۔ ایک ایسا شخص جس کی زندگی کا سماجی پہلو رہبریت (سرداری) کو نمایاں کرتا ہو اور مذہبی پہلو اتباعِ محمد ﷺ کی تشریح بن جاتا ہو، اُس کو عرب دستورات سے ضم کرتے ہوئے قرار دیا جائے کہ وہ ایک شکاری تھا، اُس کی زندگی میں کوئی اور مشغلہ نہیں تھا، حضرت حمزہ (رض) کی مجموعی زندگی سے صرفِ نظر کرنے والی بات ہے۔ لہٰذا حضرت حمزہ (رض) کو شکار کے دائرہ سے باہر بھی تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔ اِس سلسلے میں ایک محقق کے پاس

حضرت حمزہ(رض) کی قبل از اسلام زندگی کو کسی ایک مشغلہ سے نسبت دینے کے بجائے کئی پہلو سے بیان کرنے کی راہیں کھلی ہیں اور وہ مندرجہ ذیل مشاغل کو تاریخی نقطہ نظر سے بیان کر سکتا ہے:

اول: حضرت حمزہ(رض) شکار کے شوقین تھے۔ آپ کا روزانہ کا معمول تھا کہ صبح گھر سے نکلتے اور شام تک مختلف صحراؤں اور بیابانوں کی خاک چھانتے۔ جنگلوں والی بات مبالغہ آرائی ہو سکتی ہے یا زبان و بیان میں چاشنی پیدا کرنے کی روش نظر آتی ہے۔

دوم: حضرت حمزہ(رض) سرداری کے منصب پر فائز تھے۔ یعنی کہ رہبریت کی بھاری ذمہ داری حضرت حمزہ(رض) کے کاندھوں پر تھی۔ اِس دعویٰ کے پسِ پردہ آپ کا وہ جُملہ مشہور ہے جو جنگِ اُحد کے دوران آپ کی زبان سے جاری ہوا تھا۔

سوم: عرب معاشرے کے دستور کے مطابق حضرت حمزہ(رض) سپہ گری، نیزہ بازی اور شاعری کے فن سے بھی واقف تھے۔[34]

معلوم ہوا کہ حضرت حمزہ(رض) کی شخصیت میں قبل از اسلام وہ تمام صلاحیتیں اور خصلتیں موجود تھی جو ایک جری، سنجیدہ اور صاحبِ متانت شخص میں ہوا کرتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اِن مجموعی خصلتوں نے حضرت حمزہ(رض) کو پیغمبرِ اسلام ﷺ کے قریب رکھا اور دینِ اسلام کی قبولیت سے لے کر سمجھ بوجھ کی صلاحیت عطاء کی۔

قبولِ اسلام کی تفصیلی داستان اور تجزیہ و تحلیل

مشہور یہی ہے کہ حضرت حمزہ(رض) نے اعلانِ نبوت کے پانچویں یا چھٹے سال اسلام قبول کیا۔[35] یہ وہی دور ہے جب آنحضرتؐ خفیہ تبلیغ کے دورانیہ سے نکل کر اعلانیہ دعوت و تبلیغ کی راہ پر گامزن تھے۔ بعض مورخین نے اعلانِ نبوت کا دوسرا سال بھی بتایا ہے۔ خاص طور پر اُردو داں طبقہ میں مشہور سیرت نگار پیر کرم شاہ الازہری نے اعلانِ نبوت کے دوسرے سال کو ارجح قرار دیا ہے۔[36] دونوں اقوال کی تجزیاتی تطبیق کے بعد مترشح ہوتا ہے کہ موخر الذکر موقف تاریخی نقطہ نظر سے قابلِ قبول نہیں ہے۔ اس لئے کہ حضرت حمزہ(رض) کے قبولِ اسلام کے پسِ پردہ جس واقعہ کا شدِ ومد کے ساتھ ذکر ہوا ہے وہ ابو جہل کی ناروا حرکت اور آپؐ کی تضحیک ہے۔

اُن کی یہ گستاخی علی الاعلان اسلام کی تبلیغ کے نتیجے میں ظاہر ہوئی۔ اگر اعلانِ نبوت کے دوسرے سال کو قبولِ اسلام کا سال مان لیں تو پھر دوسری طرف خفیہ تبلیغ کے دوران کسی بھی مخالفِ اسلام کی طرف سے مزاحم نہ ہونا بھی اظہر من الشّمس ہے۔ شروعاتی تین سال میں پیغامِ حق خفیہ انداز میں ترسیل ہوا۔ آپؐ نے انفرادی طور پر لوگوں سے ملاقاتیں کیں اور اُن کے سامنے اسلام کا نقشہ رکھا۔اِس دورانیہ میں کسی بھی مخالف شخص کی طرف سے تنگ کرنا ثابت نہیں ہے، پھر ابو جہل آنحضرتؐ پر کیوں برستا؟

قرینِ عقل یہی ہے کہ حضرت حمزہ(رض) باقاعدہ اعلانِ نبوت کے پانچویں سال مشرف بہ اسلام ہوئے۔ دوسری جانب مورخین نے خلیفہ ثانی حضرت عمر کے قبولِ اسلام کو اعلانِ نبوت کے چھٹے سال کے ساتھ نتھی کر دیا ہے اور بیان کیا ہے کہ وہ قبولِ اسلام کے بعد آنحضرتؐ کی خدمت میں اُس وقت حاضر ہوئے تھے جب آپؐ دارِ ارقم میں تشریف فرما تھے اور حضرت حمزہ(رض) ایک محافظ کی حیثیت سے وہاں موجود تھے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ آنحضرت نے شروعاتی تین سال میں دارِ ارقم کو مرکزِ تبلیغ بنایا تھا۔[37] بعد کی تاریخوں میں دارِ ارقم کو مرکزِ تبلیغ بنانے کا کوئی ثبوت میسر نہیں۔ لہٰذا دارِ ارقم کو دینِ اسلام کی مرکزیت کا اعزاز حاصل ہونا اور خفیہ تبلیغی دورانیہ، دونوں میں بہترے مماثلت ہے اور حضرت حمزہ(رض) کا دارِ ارقم میں ہونا اِس لحاظ سے بھی ضروری نہیں کہ آپ وہاں مسلمان کی حیثیت سے موجود ہوں۔ چونکہ پیغمبر اسلامؐ کے ساتھ آپ کا جذباتی اور باہمی قرابت کا تعلق تھا۔ اسلام قبول نہ کرنے کے باوجود پیغمبر اسلامؐ کی معیت میں ہونا اور آپؐ کے قُرب وجوار میں حضرت حمزہ(رض) کی موجودگی کوئی اچھنبے کی بات نہیں۔

حضرت حمزہ(رض) اور دیگر بنی ہاشم کے سرکردگان پیغمبر اسلامؐ کی حیثیت کو بخوبی جانتے تھے۔ ایک مسلمان کی حیثیت سے نہ سہی ایک ہمدرد اور محافظ کی حیثیت سے حضرت حمزہ(رض) دارِ ارقم میں موجود تھے۔ لہٰذا تحقیق کے متلاشی افراد حضرت حمزہ کے قبولِ اسلام کو پیغمبر اسلامؐ کے ابتدائی ایام سے منسوب کر سکتے ہیں اور نقطہ نظر کے اظہار کے طور پر قرار دے سکتے ہیں کہ حضرت حمزہ(رض) اُن خوش نصیبوں میں شامل ہیں جنہوں نے ہمہ وقت پیغمبر اسلامؐ کی آواز پر لبیک کہنا اپنے لئے سعادت سمجھا۔ اس سے بھی بڑھ کر ہم کہہ سکتے ہیں کہ چونکہ حضرت حمزہ آپؐ سے الگ نہیں تھے، یا آپؐ کے بارے میں بے خبری کے مرتکب نہیں ہو سکتے تھے۔ چچا ہونے کی نسبت سے حضرت حمزہ کو آپؐ کی شخصیت اور مقام کے بارے میں یقینی ادراک تھا۔

ایسی صورتِ حال میں حضرت حمزہ(رض) کا آنحضرتؐ کی طرف سے ظاہر کردہ عظیم اَمر سے غافل ہونا یا متوجہ نہ ہونا ناممکن سا لگتا ہے۔ خاص طور پر اُس وقت جب آپ کے والدِ محترم عبدالمطلب آنحضرتؐ کے مقام و مرتبے کی ہر آن نشاندہی کرتے تھے۔ ہو سکتا ہے کہ آپ نے نبوت کے دوسرے سال اسلام قبول کیا ہو اور اِظہار پانچویں نبوت کو کیا ہو۔ بہر حال سنِ قبول اسلام کوئی سا بھی ہو، حضرت حمزہ(رض) نے اپنی فطری جبلت اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ودیعت کردہ خصلت کی بناء پر دینِ اسلام کو سمجھا اور پیغمبر اسلامؐ کے نزدیکی ساتھیوں میں شمار ہونے لگے۔

مورخین نے حضرت حمزہ(رض) کے قبولِ اسلام کو بھی بہادرانہ عمل سے نسبت دی ہے جیسا کہ اولین منابع کے طور پر معروف کتب میں ذکر ہے کہ حسب معمول ایک دن آپ شکار سے لوٹ رہے تھے کہ کوہِ صفاء کے مقام پر دو خواتین باہمی مکالمہ میں مشغول تھیں اور وہ پیغمبر اسلامؐ کا تذکرہ کر رہی تھیں اور ساتھ ہی ابوجہل کے نارواء

سلوک کا بھی ذکر ہوا۔[38] دوسرے بیانیہ میں عبداللہ بن جُدعان کی کنیز کا ذکر ہوا ہے۔اہلِ علم نے لکھا ہے کہ جیسے ہی حضرت حمزہ (رض) شکار سے واپس آئے، راستے میں مذکورہ کنیز سے ملاقات ہوئی۔ اُنھوں نے ابوجہل کی گستاخی اور بے ادبی کو حضرت حمزہ (رض) کے سامنے بیان کیا۔[39]

اِس واقعہ کے بارے میں بھی اختلافی بیانیہ نمایاں ہے۔یہی وجہ ہے کہ جب حضرت حمزہ (رض) کو بتایا گیا کہ ابوجہل نے آنحضرتؐ کے ساتھ گستاخی کی ہے،توآپ غضبناک حالت میں ابوجہل کے سر پر آن پہنچے۔[40]

حضرت حمزہؓ کا معنوی اور مجاہدانہ کردار

اگرچہ قبل از اسلام حمزہ (رض) کی سپاہیانہ زندگی کے بارے میں کوئی تفصیل میسر نہیں، البتہ قبولِ اسلام کے بعد آنحضرتؐ کی محافظت میں آپ کا یقینی کردار تھا۔ خصوصیت کے ساتھ مدینہ ہجرت کے بعد اولین اسلامی جنگوں میں حضرت حمزہ (رض) کو فوقیت حاصل ہے۔ اللہ کے نبیؐ نے اولین علم دے کر پہلے لشکر کی سربراہی عطاء فرمائی۔[41] آپؐ کی طرف سے لشکر کی سربراہی عطاء کرنا اس بات کا غماز ہے کہ آپ اپنی جری صفت کی بناء پر دیگر لوگوں سے نمایاں تھے۔ وہ ماحول کہ جہاں اسلام اور ریاستِ اسلام کی بنیاد رکھی جارہی تھی، اُس میں آنحضرتؐ کی حکمت عملی اور حضرت حمزہ (رض) کے مجاہدانہ کردار کا یقینی اشتراک معنوی اہمیت کا حامل تھا۔

جیسا کہ ہم سطور بالا میں ذکر کرچکے ہیں کہ حضرت حمزہ (رض) معنوی اعتبار سے بھی آنحضرتؐ کے قریب تھے۔ اُن کی معنویت اِس لئے مکمل قرار دی جاسکتی ہے کہ اُنھوں نے اسلام کی قبولیت سے لے کر رسولِ اسلامؐ کی اطاعت کے تمام مراحل "آمنّا و صدّقنا" میں طے کرلئے۔ لہٰذا حضرت حمزہ (رض) کے معنوی کردار بھی اُسی قدر اہمیت پر مبنی ہے جس قدر آنحضرتؐ کی طرف سے حکم نامہ نافذ ہوا۔ مجاہدانہ عمل میں بھی حضرت حمزہ (رض) کا کردار متاثر کن تھا۔ پہلی جنگ میں آپ نے تیس افراد پر مشتمل لشکر کی سربراہی کی۔ جنگ بدر اور اُحد میں بھی آپ کا کردار مرکزی تھا۔ بدر میں اپنے مدِمقابل کو قتل کرنے کے علاوہ دیگر کفارِ قریش کے ساتھ دو دو ہاتھ کرلئے۔

شہادت

اسلام کی دوسری دفاعی جنگ اُحد کے معرکہ میں حضرت حمزہ (رض) کی شہادت ہوئیؑ شہادت کے وقت آپ کی عمر ۵۴ سال تھی۔ [42] حضرت حمزہ (رض) کی شہادت کا آنحضرتؐ پر گہرا اثر ہوا۔ بعض اہلِ علم مدعی ہیں کہ حضورؐ نے قریش کے ستر آدمیوں کے مُثلہ کا اعلان کیا۔[43] تفسیر طبری میں اِس جذباتی اعلان کی نسبت صحابہ کرام کی طرف دی گئی ہے۔[44] اسی طرح تفسیرِ انوارِ نجف میں بھی اس اعلامیہ کی نسبت عام مسلمانوں کی طرف دی گئی ہے۔[45] یہاں پر حضورِ رحمتؐ کی شخصیت کو سامنے رکھ کر کوئی بھی محقق سوچنے پر مجبور ہوجائے گا ایسی عظیم الشان ہستی اِس قدر

جلد باز نہیں ہو سکتی۔ شہادتِ حمزہ اگرچہ بہت بڑا سانحہ تھا۔ حضورؐ کی عزیز ہستی اِس دُنیا سے رخصت ہوئی تھی، یقیناً ایسے معاملات میں ایک عام انسان جذباتی ہو سکتا ہے لیکن آنحضرتؐ جس کی صفت ہی عالم رنگ و بو کے لئے رحمت تھی، وہ کیونکر جذباتی اعلامیہ جاری کریں گے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اس مشکل وقت میں بھی آپؐ کی زبانِ مبارک سے صبر و رضا کے الفاظ جاری ہوئے اور آپؐ نے اعلان کیا کہ ہم صبر کریں گے، سزا نہیں دیں گے۔[46]

مُثلہ کیونکر ہوا؟

ایک محقق کی حیثیت سے ہمارے ذہن میں یہ سوال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ حضرت حمزہ کی شہادت کے بعد مُثلہ جیسا عمل کیونکر پیش آیا؟ وحشی جس نے آپ کے سینے پر تیر مارا[47] اور وہ تیر موت کی وجہ بنا۔ جبکہ دیگر روایات کے مطابق وحشی نے نیزہ سے حملہ کیا[48] اور حملہ کی جگہ ناف سے نیچے والا حصہ تھا۔ دو الگ الگ روایات کی موجودگی میں یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ جسم کا وہ کون سا حصہ تھا جو حبشی کے حملہ کی زد میں رہا، قرائن یہی ہیں کہ حضرت حمزہ (رض) کو جو زخم لگا وہ گردن سے لے کر گھٹنوں تک کسی حصے میں لگا اور یہی زخم آپ کی جان لینے کا باعث بنا۔

البتہ قاتل کے بارے میں متفقہ رائے یہی ہے کہ حضرت حمزہ (رض) کا قتل وحشی کے ہاتھوں ہوا اور حبشی کو تیار کرنے والے دو نام خصوصیت کے ساتھ بیان ہوئے ہیں۔ ایک جبیر ابن مطعم اور دوسرا نام ہندہ زوجہ ابوسفیان۔[49] اِس ضمن میں بنیادی سوال یہی ہے کہ کیا اسلامی لشکر اُس وقت منتشر حالت میں تھا؟ کفارِ قریش کو مُثلہ کرنے کا موقع کیسے ملا؟ تاریخِ اسلام کے ایک طالب علم کی حیثیت سے جب ہم جنگِ اُحد کے محرکات اور نتائج کی طرف نظر کرتے ہیں تو ہمیں بعض ایسے گوشے نمایاں ملتے ہیں جو مسلمانوں کی جیتی ہوئی جنگ شکست میں بدلنے کے باعث بنے۔ خاص طور پر حکمِ رسول ﷺ کی عدولی جیسے محرکات سامنے آتے ہیں۔[50] اللہ کے نبی ﷺ نے درّہ پر متعین دستے کو حکم دیا تھا کہ: "اگر ہمیں پرندے اُچک رہے ہوں تب بھی اپنی جگہ سے نہیں ہٹنا جب تک میں تمہیں خود نہ بلاؤں، اور اگر تم دیکھو کہ ہم فتحیاب ہو چکے ہیں اور قوم کفار پر غالب آ چکے ہیں تب بھی اپنی جگہ پر ڈٹے رہنا تاوقتیکہ میں آدمی بھیج کر تم کو نہ بلاؤں۔"[51]

یہی وجہ تھی کہ مسلمانوں کو سخت حملے کا سامنا کرنا پڑا۔ حضرت حمزہ (رض) کے جسمِ مبارک کی بے حُرمتی سے اندازہ ہوتا ہے کہ اُس حالت (حملہ کے وقت) میں مسلمانوں کا لشکر موجود نہیں تھا۔ قرینِ قیاس یہی ہے کہ مجاہدینِ اسلام اجتماع کی حالت میں نہ تھے۔[52] اگر مسلمان موجود ہوتے تو یقیناً حضرت حمزہ (رض) کی نعش کے بے حُرمتی کرنے نہیں دیتے۔ ایسا لگتا ہے کہ اسلامی لشکر کو اُس وقت سخت ترین مسائل کا سامنا تھا۔ اُحد کی گھاٹی کی طرف سے کیا گیا حملہ مسلمانوں کی سراسیمگی کا باعث بنا اور وہ متحدہ حالت میں رہنے کے بجائے دفاعی صورتِ حال کی طرف چلے گئے اور نتیجتاً حضرت حمزہ (رض) کی شہادت ہوئی اور آپ کی لاش کی بے حُرمتی بھی کی گئی۔ تاریخی روایات کے

مطابق آپ کے جسم کا کوئی حصہ ایسا نہ تھا جو کٹنے کی حالت سے محفوظ ہو۔ ناک کان وغیرہ سب کاٹ دیے گئے تھے۔ ہندہ زوجہ ابوسفیان نے اُن اعضاء کا ہار بنایا اور مکہ پہنچنے تک یہ ہار اس کے گلے میں ڈالا رہا۔[53]

خلاصہ کلام

خلاصہ کلام یہ کہ حضرت حمزہ (رض) کی سیرت اور اسلام کے لئے آپ کی خدمات کسی بھی صحابی سے کم نہ تھیں۔ اسلام کے ابتدائی سالوں میں آپ نے نبی رحمت حضرت محمد ﷺ کی محافظت کی، قریش مکہ کی ایذا رسانیوں کو اپنی جاہ و حشم کے ذریعے روکا، جہاں کہیں آپؐ کو تنگ نظری اور سماجی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا وہاں حضرت حمزہ ایک ستون کی طرح کھڑے رہے۔ اس قدر اہمیت کی حامل شخصیت ہونے کے باوجود حضرت حمزہ (رض) مورخین، محدثین اور اہل علم کی طرف سے نظرانداز شدہ ہیں۔ ہم متنِ مقالہ میں اِس جانب اشارہ کر چکے ہیں۔ ہماری فہم سے ماوراء ہے کہ جری قسم کے انسان اور پیغمبر اسلامؐ سے حد درجہ مخلص انسانوں کو تاریخ نے اور حدیث کے گوشوں میں کیسے نمایاں مقام نہیں دیا۔ میدانِ تحقیق کے نو واردین کے لئے یہ ایک دلچسپ موضوع ہو سکتا ہے۔ ہم نے حتی الامکان سیرتِ حمزہ (رض) کو نئے پیرائے اور جدید اذہان کو مدِ نظر رکھ کر زیرِ بحث مقالہ ترتیب دیا ہے۔

*****

References

1. Abu al-Hassan Ali ibn Muhammad Al-Jazari, Ibn al-Athir, *Usd al-ghabah fi marifat al-Saḥabah* (Bairut, Dar Ibn Hazm, 2012), 298.
عزالدین ابی الحسن علی بن محمد الجزری، ابن الاثیر، اُسدُ الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، حرف الحاء، عدد: 1251 (بیروت، دار ابن حزم، 2012ء)، 298۔
2. Ahmed ibne Ali ibne Hajar, Asqalani, *Al Asabah Fi Tamyeeze Al Sahaba* (Bairut, Dar-ul-Kutb Al-Almiya, 1995), 105.
احمد بن علی بن حجر، عسقلانی، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ج2 (بیروت، دارُالکتب العلمیۃ، 1995ء)، 105۔
3. Muhammad Yusuf bin Ismail, Nabahani, *Jawahir-ul-Bihar*, Vol. 2 (Lahore, Zia-ul-Quran Publications, 1999), 44.
محمد یوسف بن اسمٰعیل، نبہانی، جواہر البحار فی فضائل النبی المختار، ج2، مترجم: مولانا محمد صادق علوی نقشبندی (لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، 1999ء)، 44۔
4. Ibn al-Athir, *Usd al-ghabah fi marifat al-Saḥabah*, 300.

ابن الاثیر،اُسدُ الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، 300۔

5. Allama Shibli, Nomani, *Sirat-un-Nabi*, (Lahore, Islami Kutub Khana, 1364 SH), 110, 111.

علامہ شبلی، نعمانی، سیرۃ النبیؐ، ج1، (لاہور، اسلامی کتب خانہ،1364ھ)،110, 111 ۔

6. Ibid, 108.

ایضاً،108۔

7. Muhammad ibne Yaqoob, Kolaini, *Usool-e-Kafi*, Chapt: Ziker Mulad al Nabi wa wafatah, Hades:30, Tarjma: Syed Zafar Hassan, Vol. 3 (Karachi, Zafar Shamim Publication Trust, 2004), 23; Al-Sheikh Muhammad Baqar, Majlisi, *Bihar-ul-Anwar*, Al Jamia tul Dar Akhbar al Ahima tul Athar, Vol. 17, 18 (Bairut, Moassisat-ul-Alami Lilmatbo'aat, 2008), 386, 387.

محمد بن یعقوب، کلینی، اُصول کافی، باب: ذکر مولد النبی و وفاتہ، حدیث:30، مترجم: سید ظفر حسن،ج3 (کراچی، ظفر شمیم پبلی کیشنز ٹرسٹ، 2004ء)، 23؛ الشیخ محمد باقر، مجلسی، بحار الانوار، الجامعۃ لدرر اخبار لائمۃ الاطہار، ج: 17, 18 (بیروت ، موسستہ الاعلمی للمطبوعات ،2008ء)، 386, 387۔

8. Wahiduz Zaman Qasmi, Kiryanavi, *Al-Qamoos-ul-Waheed* (Lahore-Karachi, Idara-e-Islamiat, 1986), 375.

وحید الزماں قاسمی، کیرانوی، القاموس الوحید (لاہور۔ کراچی، ادارہ اسلامیات،1986ء)،375۔

9. Lois Ma'louf, *Al-Munajjid*, Tarjma: Mulana Abdul Hafeez Bilawi (Lahore, Maktaba-e-Qudsiya, 2009), 178; Balyavi,, Abu Al-Fazal Molana Abdul Hafeez, Misbah-ul-Logaat, (Lahore, Maktaba-e-Qudsiya, 1999), 175.

لوئیس معلوف، اُلمنجد، مترجم: مولانا عبدالحفیظ بلیاوی (لاہور، مکتبہ قدوسیہ،2009ء)، 178؛ ابوالفضل مولانا عبدالحفیظ، بلیاوی، مصباح اللغات، (لاہور، مکتبہ قدوسیہ،1999ء)،175۔

10. Athar Hussain, Siddique, *Hasn-ul-Lugaat* (New Dheli, Aetiqaad Publishing House, 2004), 385.

اطہر حسین، صدیقی، حسن اللغات (نئی دہلی، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس،2004ء)،385۔

11. Abi Muhammad Abdul Malik, Ibn-e-Hisham, *Al-Sirat-ul-Al-Nabviya*, (Berout, Dar-e-Ibne Hazam, 2009), 88.

ابی محمد عبدالملک، لابن ہشام، السیرۃ النبویۃ (بیروت، دار ابن حزم،2009ء)،88۔

12. Muhammad Baqar, Majlisi, *Hayat-ul-Quloob* (Lahore, Imamia Kutub Khana, 1971), 909

ملا محمد باقر، مجلسی، حیاتُ القلوب،ج3 (لاہور، امامیہ کتب خانہ،1971ء)،909۔

13. Abil Qasim Sulaiman ibe Ahmed, Al-Tibrani, *Al-Moajam Al-Kabeer*, Vol. 3 Chapt: Man Ismu Hmza, Raqam al-tarjma: 237, Hadith #: 2914 (Al-Qahira, Maktaba-e-Ibne Temiya, 1983), 149.

ابی القاسم سلیمان بن احمد، الطبرانی، *المعجم الکبیر*، ج3، بابُ منِ اسمُہُ حَمزَۃُ، رقم الترجمہ: 237، رقم الحدیث: 2914 (القاہرہ، مکتبہ ابن تیمیہ، 1983ء)، 149۔

14. Emaduddin Ismail ibne Ali, Abil Fida, *Al- Mukhtaṣar fī akhbār al-bashar*, (Al-Qāhirah, Al-Maṭba'ah al-Ḥusaynīyah al-Miṣrīyah, 1325 AD), 132.

عمادالدین اسماعیل بن علی، ابی الفداء، *المختصر فی اخبار البشر*، ج1 (القاہرہ، المطبعۃ الحسینیۃ المصریۃ، 1325ھ)، 132۔

15. Kolaini, *Usool-e-Kafi*, Chapt: Ziker Mulad al Nabi wa wafatah, Hadith:37, P 25.

کلینی، *اُصول کافی*، باب: مولد النبی ووفاتہ، حدیث: 37، ج3، (محولہ بالا)، 25۔

16. Alauddin Ali Al-Muttaqi bn Ahsaam Al-Deen, Al-Hindi, *Kanzul Ummal fi sunanil Aqwal wal Afa'al*, Vol. 11, Hadith #: 33271 (Beruit, Moassisa-Al-Risala, 1995), 676.

علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین، الہندی، *کنزُ العُمّال فی سنن الاقوال والافعال*، ج11، حدیث: 33271 (بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ، 1995ء)، 676۔

17. Abu Abdullah Muhammad ibne Ismail, Bokhari, *Sahi ul Bokhari*, Al-Kitab: Farz al-Khams, Chapt: Farz al-Khams, Hadith: 3091, Tarjma: Mulana Muhammad Dawod, Hadith #: 3091 (Hind, Markaz-e-Jamiat Ahle Hadeed, 2004), 462, 464.

ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، بخاری، *صحیح بخاری*، کتاب: فرض الخمس، باب: فرض الخُمس، حدیث: 3091، مترجم: مولانا محمد داؤد (ہند، مرکزی جمعیت اہل حدیث، 2004ء)، 462، 464۔

18. Abi Jafar Muhammad Ibne Jareer, Tabri,, *Tareekh-e-Tarbi*, Vol. 1, Tarjma:: (Karachi, Nafees Academy, 1967), 29, 30.

ابی جعفر محمد بن جریر، طبری، *تاریخِ طبری*، ج1، مترجم: سید محمد ابراہیم ایم اے ندوی، (کراچی، نفیس اکیڈمی، 1967ء)، 29، 30۔

19. Syed Ahmed Ibne Zaini, Dehlan, *Al-Sirat-ul-Al-Nabvi*, Vol. 1, Trans: Allama Zulfqar Ali (Lahore, Zia-ul-Quran Publication, 2014), 49.

سید احمد بن زینی، دحلان، *السیرۃ النبویہ*، ج1، مترجم: علامہ ذوالفقار علی (لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، 2014ء)، 49۔

20. Al-Shami, Muhammad ibne Yousuf Al-Salih, *Subl-ul-Huda Wal Rashad fi Sirat-e-Kher-ul-Ebaad*, Vol. 1 (Al-Qahirah, Al-Majlis-ul-Aala, 1997), 278.

محمد بن یوسف الصالحی، الشامی، *سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرت خیرُ العباد*، ج1 (القاہرہ، المجلس الاعلی للشئون الاسلامیۃ لجنۃ احیاء التراث الاسلامی، 1997ء)، 278۔

21. Muhammad ibne Sa'ad, *Tabqat Ibne Sa'ad*, Vol. 2 Trans: Al-Hamadi, Abdullah (Karachi, Nafees Academy, 1398 AD), 171.

محمد بن سعد، *طبقات ابنِ سعد*، ج2، مترجم: العمادی، عبداللہ (کراچی، نفیس اکیڈمی، 1398ھ)، 171۔

22. Muhammada ibne Sa'ad ibne Manie, Al-Zahri, *Kitab-ul-Al-Tabqaat, Al-Kabeer*, Al-Jaiz, Al-Salas (Al-Qahira, Al-Khani, 2001), 7.

محمد بن سعد بن منیع، الزھری، *کتاب الطبقات الکبیر*، الجزء الثالث (القاہرہ، مکتبۃ الخانجی، 2001ء)، 7۔

23. Abi Abdullah Muhammad ibne Abdullah Al-Hakam, *Al-Nishapori, Al-Mustadrak Al-Sahihain*, Hadith #: 4875 (Lahore, Shabbir Brothers, 2012), 372.

ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ الحکم، النیسابوری، *المستدرک علی الصحیحین*، رقم الحدیث: 4875 (لاہور، شبیر برادرز، 2012ء)، 372۔

24. Ali ibne Burhan-ud-Deen, Halbi, *Seerat-e-Ibne Halebiya*, Vol. 1, Tarjma: Mulana Muhammad Aslim Qasmi (Karachi, Dar-ul-Isha'at, 2009), 198, 199.

علی ابن برہان الدین، حلبی، *سیرۃ حلبیہ*، ج1، مترجم: مولانا محمد اسلم قاسمی (کراچی، دار الاشاعت، 2009ء)، 198، 199۔

25. Muhammad Saeed Ramzan, Al-boti, *Fiqah-us-Al-Serat-ul-Al-Nabviya* (Bairut, Dar-ul-Fikar Al-Ma'asir, 1991), 70.

محمد سعید رمضان، البوطی، *فقہ السیرۃ النبویۃ* (بیروت، دار الفکر المعاصر، 1991ء)، 70۔

26. Abil Qasim Abdur Rehman ibne Ahmed, Sohaili, *Al-Raoz-ul-Anf fi Tafseer Al-Sirah Al-Nabviya Li-Ibne Hishsham*, Vol. 1 (Bairut, Dar-ul-Kutub, Al-Alamiya, 2009), 206.

ابی القاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن احمد، سُہیلی، *الروض الانف فی تفسیر السیرۃ النبویۃ لابن ہشام*، ج1 (بیروت، دار الکتب العلمیۃ، 2009ء)، 206۔

27. Abu Muhammad Abdul Malik, Ibne Hishsham, *Sirat-ul-Nabi*, Tarjma: Syed Ali Hassani Nizami Dehlvi (Lahore, Idara-e-Islamiat, 1994), 79.

ابو محمد عبدالملک، ابنِ ہشام، *سیرتُ النبی*، مترجم: سید یٰسین علی حسنی نظامی دہلوی (لاہور، ادارہ اسلامیات، 1994ء)، 79۔

28. Al-Nishapori, *Al-Mustadrak Al-Sahihain*, Hadith #: 4877, P371.

النیسابوری، *المستدرک علی الصحیحین*، رقم الحدیث: 4877 (محولہ بالا)، 371۔

29. Muhammad Hasnain, Hekal, *Hayat-e-Muhammad* (Lahore, Al-Faisal Nashiran-o-Tajiraan, 2006), 107.

محمد حسنین، ہیکل، *حیاتِ محمد* (لاہور، الفیصل ناشران وتاجرانِ کتب، 2006ء)، 107۔

30. Abdur Rehman, Ibne Jozi, *Al-Wafa Be-Ahwalil Mustafa*, Tarjma: Muhammad Ashrif Sialvi (New Dehli, Aeteqad Publishing House, 1983), 155.

عبدالرحمٰن ابن جوزی، ابن جوزی، *الوفا باحوال المصطفٰے*، مترجم: محمد اشرف سیالوی (نئی دہلی، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، 1983)، 155۔

31. Abil Hassan Ali Ibne Al-Kareem, Ibne Aseer, *Al-Kamil-o-Fi Tareekh*, Vol. 1 (Bairut, Dar-ul-Kutub, Al-Almiya, 1987), 601.

ابی الحسن علی بن ابی الکریم، ابن اثیر، *الکامل فی التاریخ*، ج1 (بیروت، دارالکتب العلمیة، 1987ء)، 601۔

32. Ali ibne Burahan-ud-Deen, Halabi, *Seerat-e-Halebiya*, Vol. 2, Tarjma: Muhammad Aslim Qasmi (Karachi, Dar-ul-Isha'at, 2009), 280.

علی ابن برہان الدین، حلبی، *سیرۃ حلبیہ*، ج2، مترجم: محمد اسلم قاسمی (کراچی، دارُالاشاعت، 2009ء)، 280۔

33. Murtaza Ahmed Khan, *Tareekh-e-Islam*, (Lahore, Karachi, Dhaka, Taj Company, Limited, 1947), 23.

مرتضٰی احمد خان، *تاریخِ اسلام*، ج1 (لاہور، کراچی، ڈھاکہ، تاج کمپنی لمیٹڈ، 1947ء)، 23۔

34. Naqvi, Syed Sajjad Haider Shah, Syedana Hazrat Hamza ibe Abdul Muttalib, (Lahore, Subh-e-Noor Publications, 2019), 53.

نقوی، سید سجاد حیدر شاہ، *سیدنا حضرت حمزہ بن عبدالمطلب*، (لاہور، صبح نور پبلی کیشنز، 2019ء)، 53۔

35. Sheikh Abdul Haq Mohaddis, Dhelavi, *Madarij-un-Nabovat*, Vol. 2, Tarjma: Ghulam Mehin al-Deen Naeemi (Lahore, Shabbir Brothers, 2004), 66.

شیخ عبدالحق محدث، دہلوی، *مدارجُ النبوت*، ج2، مترجم: غلام معین الدین نعیمی (لاہور، شبیر برادرز، 2004ء)، 66۔

36. Peer Muhammad Karam Shah, Al-Azhari, *Zia-un-Nabi*, Vol. 2 (Lahore, Zia-ul-Quran Publications 1420 AH), 256.

پیر محمد کرم شاہ، الازہری، *ضیاءُ النبی*، ج2 (لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، 1420ھ)، 256۔

37. Halabi, *Seerat-e-Halbiya*, Vol. 2, 245.

حلبی، *سیرۃ حلبیہ*، ج2، 245۔

38. Ibid, 281.

ایضاً، 281۔

39. Abil Qasim Abdur Rehman ibne Ahmed, Sohaili, *Sharh-e-Seerrat-e-Ibne Hishsham tarjma Roz onaf*, Vol. 2, Tarjma: Malik Muhammad Bostan, Zulfqar Ali, Iftikhar Tabasam (Lahore, Zia-ul-Quran Publications, 2005), 84.

ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ، سہیلی، شرح سیرت ابن ہشام ترجمہ روض انف، ج2، مترجم: ملک محمد بوستان، ذوالفقار علی، افتخار تبسم (لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، 2005ء)، 84۔

40. Abu Ali Al-Fazal Ibne Hassan, Tabrisi, *A'alam-ul-Wara Be-Aa'almil Huda*, (Beriut, Mossist-ul-A'alami, 2004), 65.

ابی علی الفضل بن الحسن، طبرسی، اعلام الوریٰ باعلام الھدیٰ (بیروت، موسسۃ الاعلمی للمطبوعات، 2004ء)، 65۔

41. Ahmed ibne Muhammad ibne Abi Bakar, Al-Qustulani, *Mawahibi Laduniya*, Vol. 1, Tarmja: Muhammad Abdul Star Tahir Masodi (Lahore, Shabbir Brothers, 2002), 230.

احمد بن محمد بن ابی بکر، القسطلانی، مواہب لدنیہ، ج1، مترجم: محمد عبدالستار طاہر مسعودی (لاہور، شبیر برادرز، 2002ء)، 230۔

42. Al-Nishapori, *Al-Mustadrak Al-Sahihain*, Vol. 4, 380.

النیساپوری، المُستدرک علی الصحیحین، ج4 (محولہ بالا)، 380۔

43. Dhelavi, *Madarij-un-Nabovat*, 165,

دہلوی، مدارج النبوت، 165۔

44. Tabri, *Tafseer-e-Tabri*, Vol. 14, 231,

طبری، تفسیر طبری، ج14، 231۔

45. Hussain Bakhsh, Jara, *Tafseer-e-Anwar Al-Najaf fi Asrar al-Mashaf*, Vol. 8 (Dariya Khan Bakhar, Maktaba-e-Anwar Najaf, 1993), 252,

حسین بخش، جاڑا، تفسیر انوار النجف فی اسرار المصحف، ج8 (دریا خان بھکر، مکتبہ انوار النجف، 1993ء)، 252۔

46. Al-Nishapori, *Al-Mustadrak Al-Sahihain*, Hadith: 3368, Vol. 2, 361

النیشاپوری، المُستدرک علی الصحیحین، حدیث: 3368، ج2، (محولہ بالا)، 361۔

47. Muhammad ibne Ali, Ibne Sheher Ashob, *Manaqib-e-Ibne Sheher Ashob*, Vol. 1, Tarjma: Syed Zafar Hassan (Karachi, Shamim Publications, 2003), 94.

محمد بن علی، ابن شہر آشوب، مناقب ابن شہر آشوب، ج1، مترجم: سید ظفر حسن (کراچی، ظفر شمیم پبلیکیشنز، 2003ء)، 94۔

48. Abi Bakar Abdullah ibne Muhammad, Ibne Shiba, *Moshaf ibne abi Shiba*, Vol. 11, Raqam: 37905, Tarjma: Molana Muhammad Idress Sarwar (Lahore, Maktaba-e-Rehmania, 2014), 301.

ابی بکر عبداللہ ابن محمد، ابن شیبہ، مُصنف ابن ابی شیبہ، ج11، رقم: 37905، مترجم: مولانا محمد اویس سرور (لاہور، مکتبہ رحمانیہ، 2014ء)، 301۔

49. Dhelavi, *Madarij-un-Nabovat*, 164.

دہلوی، مدارج النبوت، 164۔

50. Abi Abdullah Muhammad, Ibne Qayyim, *Zad-ul-Mi'aad*, Hisa Dom, Tarjma Raees Ahmad Jafri (Karachi, Nafees Academy, 1990), 784, 785.

ابی عبداللہ محمد، ابن قیم، *زادالمعاد*، حصہ دوم، مترجم: رئیس احمد جعفری (کراچی، نفیس اکیڈمی، 1990ء)، 784، 785۔

51. Ibne Jozi, *Al-Wafa Be-Ahwalil Mustafa*, 717,

ابن جوزی، *الوفاء باحوال المصطفےٰ*، 717۔

52. Ibid, 717, 517.

ایضاً، 715، 717۔

53. Qazi Abd-ud-Daim, Daim, *Syed-ul-Wara*, Vol. 2 (Lahore, Elam-o-Irfan Publishers, 2012), 47.

قاضی عبدالدائم، دائم، *سیدالوریٰ*، ج 2 (لاہور، علم و عرفان پبلشرز، 2012ء)، 47۔